نقطۂ تحقیق

ملکیت کی معاشی قدر (Economic Value of Property)

تحریر: خضر ٰیس (فاضل علوم اسلامیہ وعربیہ)

معاشیات وہ علم ہے جس کا موضوع وہ حقیقت ہے جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ اس لحاظ سے معاشیات، عمرانیات اور سیاسیات سے بالکل منفرد اور متمیز علم ہے۔ عمرانیات اور سیاسیات میں بقاء اور حیات کے لوازمات زیر بحث نہیں ہوتے ان علوم میں تنظیم حیات کے عناصر کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ بقاء حیات کا انحصار جس حقیقت پر ہے وہ اشیاء صرف کہلاتی ہیں۔ یہ حیات انسانی کی حقیقی اور واقعی ضرورت ہیں۔اگر اشیاء صرف یا حوائج ضروریہ میسر نہ آسکیں تو انسان کا زندہ رہنا ممکن ہی نہیں رہتا۔ گویا جب آپ انسان کی زندگی کی بقاء کے مضمرات پر توجہ کریں اور جن اشیاء کی عدم موجودگی سے حیات انسانی معدوم ہوتی نظر آئے وہ اشیاء معاشیات کا موضوع ہیں۔ یہ اشیاء جن کا تعلق بقاء حیات سے ہے وہ جب ملکیت کے تصور کے دائرے میں شامل ہوں معاشیات کا حقیقی اور واقعی موضوع بن جاتی ہیں اور اگر ان اشیاء کا تصور ملکیت کے دائرے سے خارج رہے تو وہ معاشیات کا موضوع نہیں بن سکتی ہیں۔ تو گویا ملکیت وہ بنیادی تصور ہے جس پر معاشیات کی ساری فنی تعمیر منحصر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشیات کے نظام کی تشکیل کا انحصار انسان کے اس رویے پر منحصر ہے جو وہ اپنی ملکیت کے تعلق میں اختیار کرتا ہے۔ اگر ملکیت کی جانب انسان کا رویہ حرص لالچ اور بخل کا ہو تو نظام معاشیات کی تشکیل میں انہی خواہشات کو بطور غایت کے اختیار کیا جائے گا۔ اور نظام واحکام میں فقط انہی امور کو بطور مسلمات کے قبول کیا جائے گا جن میں لالچ اور بخل کی تکمیل ممکن ہو۔ یہاں حرص لالچ اور بخل کو اخلاقی رذائل کے طور پر بیان نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ان کی حیثیت نظام معاش میں محرکات کی ہے۔ جن کے باعث نظام معاش تشکیل پاتا ہے۔ برعکس اس کے اگر انسان کا طرز عمل ملکیت کی جانب انفاق، ایثار اور احسان کا ہو تو معاشی نظام کی تشکیل میں انہی غایات کی تکمیل کا جذبہ محرک کا

درجہ رکھتا ہوگا۔ یہاں بھی انفاق ایثار اور احسان کو اخلاقی فضائل کے طور پر بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ فقط انسانی عمل کی حقیقی توجیہہ جو غایات و محرکات بیان کئے بغیر ممکن نہیں ہوتی، کرنی مطلوب ہے۔

معاشیات کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ ملکیتی مادے (Property Matter) کی ماہیت، تقسیم، تبادلہ، پیدائش اور صرفیت کے امکانات کو واضح کرے اور نظام معاشیات میں ان مشکلات کو بیان کرے جو اس نظام کی وجہ سے پیدا ہورہی ہیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیے، کسی نظام معاشیات کے باعث اشیاء صرف و تبادلہ کی پیدائش اور تقسیم کے امکانات بڑھ رہے ہیں یا کم ہورہے ہیں۔ حقیقی معنوں میں معاشیات کا مسئلہ فقط یہی ہے کہ نظام معاشیات میں پیداوار اور صرفیت کے عدم توازن کے اصلی امکانات کو واضح کیسے کیاجائے؟ لیکن اس مسئلہ کی جانب بڑھنے سے قبل، ہم پہلے معاشی حقائق کا باعتبار ماہیت جائزہ لیتے ہیں۔ یعنی وہ اشیاء جن پر زندگی کا انحصار ہے ان کی ماہیت کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی معاشی قدر کیا ہے؟

معاشی حقائق دو طرح کے ہیں: یعنی وہ اشیاء جو معاشیات کا موضوع ہیں دو طرح کی ماہیت کی حامل ہیں۔

نمبر ۱ : اشیاء صرف : غذا، لباس اور رہائش

نمبر ۲ : اشیاء تبادلہ : سونا یا نمائندہ سونا یعنی کرنسی نوٹ

اشیاء صرف کی قیمت اشیاء، تبادلہ میں اور اشیاء تبادلہ کی قیمت اشیاء، صرف میں ہے۔ اگرچہ یہ دونوں فقط ملکیت کے تصور کے تحت آکر اپنی اس ظاہری نمود کی حقیقت کھودیتے ہیں اور فقط ملکیت کا تصور ہی ان کی اس معاشی قدر کا سزاوار ہے۔ اس لئے جب ملکیت کو ہم زیر بحث لائیں گے تو وہاں چونکہ بحث خالصتاً بسیط درجے کی ہوگی اور فقط کلیات ہی پر اکتفا کیاجائے گا اور فردیات کی بحث بالکل ہی ختم ہوجائے گی اس لئے یہاں ہمیں اپنی بات کو زیادہ قابل فہم بنانے کیلئے ان جزوی امور کو زیر بحث لانا پڑرہا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ دور حاضر میں مانیٹرنگ سسٹم کی اجارہ داری ہے تو اس لئے بھی اس تقسیم کو لانا پڑرہا ہے۔

اشیاء صرف لازماً پیداواری ہوتی ہیں جبکہ اشیاء تبادلہ غیر پیداواری ہیں۔ یہاں پیدائش سے مراد "موجودہ ذخیرے میں صفاتی یا عددی اضافہ ہے۔ اور یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب محنت اور قدرتی وسائل کا ملاپ ہو۔ پیداوار فقط محنت اور قدرتی وسائل کے ملاپ سے ممکن ہوتی ہوتی ہے۔ اسی ملاپ کے باعث تمام اشیاء صرف وجود میں آتی ہیں۔ جبکہ اشیاء تبادلہ پیداواری نہیں ہیں۔ یہ محنت کی قیمت ہے اور اشیاء صرف کی قیمت ہے۔ گویا یہ اشیاء صرف کی پیدائش کا باعث ہے اور وہ بھی بایں معنی کہ خام مواد کے طور پر بھی استعمال نہیں ہوتی ہیں بلکہ خام مواد کی قیمت کے طور پر استعمال ہوتی ہے جبکہ لیبر کیلئے بھی یہ قیمت ہے یہ محنت کی قدر ہے۔

اشیاء صرف کی ایک خوبی صرفیت ہے اور اشیاء تبادلہ کی خوبی عدم صرفیت ہے تمام اشیاء صرف کی پیدائش کا جواز صرفیت ہے۔ یہاں صرفیت سے مراد موجود ذخائر میں صفاتی یا عددی کمی ہے۔ اس کے برعکس اشیاء تبادلہ میں پیدائش کا کوئی امکان اس لئے نہیں ہوتا کہ اس میں صرفیت ہوتی ہی نہیں ہے۔ جن ممالک میں سونا کانوں سے نکالا جاتا ہے وہاں کرنسی کی مالیت میں اضافہ اس لئے ہوتا ہے کہ عدم صرفیت اس کو سہارا دیتی ہے۔ ان امتیازات کے باعث اشیاء صرف اشیاء تبادلہ سے بہر حال متمیز ہوتی ہیں۔ گویا ہم اشیاء تبادلہ کو بطور معاشی حقیقت کے زیر بحث لاتے ہیں تو اس کی معاشی قدر (Economic Value) قیمت کی ہے یہ گویا فقط قوت خرید ہے۔ اس سے محنت خریدی جاسکتی ہے۔ اس سے اشیاء صرف خریدی جاسکتی ہیں۔ محنت کی بار آوری اشیاء تبادلہ کے قوت خرید ہونے سے وابستہ ہے اشیاء صرف کی پیدائش اشیاء تبادلہ یا کرنسی نوٹ کے معاشی قدر کے دائرے میں رہنے سے وابستہ ہے۔ یعنی اشیاء صرف کی قیمت ہونے وابستہ ہے۔ کرنسی یا اشیاء تبادلہ کی معاشی قدر سے تجاوز کے نتیجے میں محنت کا حاصل باقی نہیں رہے گا۔ اور اشیاء صرف کی قدر میں معکوس اثر پڑے گا، اس مشکل کا حقیقی ادراک حاصل کرنے کی ہم سعی کرتے ہیں۔

دیکھئے کرنسی کی معاشی قدر محنت اور اشیاء صرف کی قیمت کی ہے یہ قوت خرید ہے اور یہی اس کا معاشی قدری دائرہ ہے۔ اس سے تجاوز اس وقت ہوتا ہے جب کرنسی قوت خرید نہیں بلکہ قوت آمدنی بن جاتی ہے۔ اب اگر کرنسی قوت آمدنی (Earning

Power) بن جائے جبکہ کرنسی ہی محنت اور اشیاء صرف کی قیمت بھی ہو تو یہ ایک ہی قوت ہو سکتی ہے۔ یہ قوت آمدنی ہے تو قوت خرید نہیں ہے اور اگر یہ قوت خرید ہے تو قوت آمدنی نہیں ہو سکتی۔ جونہی یہ قوت آمدنی بنے گی محنت اور اشیاء صرف کی قیمت صفر ہوجائے گی۔ گویا کرنسی کا معاشی قدر سے تجاوز۔ محنت اور اشیاء صرف کی ناقدری (Valueless ness) پر ہی منتج ہوتا ہے جہاں کرنسی قوت آمدنی ہوگی وہاں محنت کی قیمت صفر ہوگی۔ جہاں کرنسی قوت آمدنی ہوگی وہاں اشیاء صرف کی قیمت صفر ہوگی۔ فقط اتنی بات ہی نہیں کہ محنت رائیگاں چلی جاتی ہے یا اشیاء صرف کی قدر ضائع ہوجاتی ہے۔ بلکہ قومی معیشت میں اس کا اثر ارتقاء معکوس کا ہوتا ہے، یعنی جن اداروں کے ذریعے کرنسی قوت خرید کے بجائے قوت آمدنی ہوتی ہے ان اداروں کی حیثیت غیر پیداواری اداروں کی ہوتی ہے۔ ملکی معیشت میں پیداواری اداروں کی بہتات اشیاء صرف کی وافر مقدار پیدا کرتے ہیں۔ لیکن جونہی غیر پیداواری ادارے نشوونما پاتے جائیں گے پیداواری ادارے خسارے کا شکار ہوتے چلے جائیں گے۔ ان دو طرح کے اداروں میں ترقی کا گراف معکوس ہوتا ہے۔ غیر پیداواری اداروں کی نشوونما پیداواری اداروں کی تنزلی اور انحطاط کا باعث ہوتی ہے اور غیر پیداواری اداروں کی عدم موجودگی پیداواری اداروں کی نشوونما کے امکانات کو روشن کرتی ہے۔

اشیاء تبادلہ کی حرکت کا انحصار فقط محنت اور اشیاء صرف پر ہوتا ہے۔ کرنسی بذات خود متحرک ہونے والی شے نہیں ہے، اس کی حرکت یا گردش کے محرک کا وظیفہ محنت اور اشیاء صرف کے سر پر ہوتا ہے۔ یعنی کرنسی کی گردش کی شرط محنت کی قیمت ہونے کے ساتھ مشروط ہے، یا اشیاء صرف کی قیمت ہونے میں مضمر ہے۔ کرنسی کی گردش کا انحصار قیمت ہونے میں ہے اور جب قوت آمدنی بنتی ہے تو گردش سے بنتی ہے اور گردش قیمت ہونے سے ہوئی ہے۔ بڑھوتری یا اضافہ لیبر اور اشیاء صرف کو بے قیمت بنا کر ہی ممکن ہوا ہے۔ چنانچہ کرنسی کا قوت آمدنی ہونا قوت استحصال ہونا ہے۔ یہ خون وپسینہ کو رائیگاں کرنا ہے۔

معاشی استحکام اشیاء تبادلہ یا کرنسی کی گردش سے ممکن ہوتا ہے اور گردش زر فقط اس وقت ہوتی ہے جب ملکیتی مادہ (Praperty Matter) مسلسل تبدیل ہورہا ہو۔ آج کرنسی

ملکیتی مادہ ہے تو کل چاول ہوں اور پرسوں پھر کرنسی ہو۔ گردش زر ملکیتی مادے کی بالتواتر تبدیلی سے عبارت ہے۔ اور یہ صرف اس وقت ممکن ہوتا ہے جب ملکیت قوت خرید ہو اور قوت آمدنی نہ ہو۔ اور چونکہ خرید و فروخت کے تصور میں بھی آمدنی یا اضافہ ہوتا ہے اس لئے خرید و فروخت کے عمل میں آمدنی کی نفی نہیں ہوتی۔ گویا قوت خرید بنانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس سے آمدنی ختم ہوجائے بلکہ قوت خرید ہونے سے محنت اور اشیاء صرف کی قیمت ضائع نہیں ہوتی اور دوسری طرف گردش زر بھی لازمی ہوتی ہے۔ معاشی استحکام کے منافی یہ نہیں ہے کہ ملکیتی قدر (Property Value) میں اضافہ ہو۔ ملکیتی قدر میں اضافہ ہی تو معاشی استحکام ہے۔ اصل مشکل اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ملکیتی قدر میں اضافہ ملکیتی مادے کی تبدیلی کے بغیر ہو چونکہ ملکیتی مادہ نہ بدلے اور ملکیتی قدر بڑھ جائے تو یہی وہ مشکل ہے جہاں گردش زر نہ صرف رک جاتی ہے بلکہ مرتکز ہونا شروع ہوجاتی ہے جس سے لوگوں کی یعنی صارفین کی قوت خرید کم ہونی شروع ہوجاتی ہے اور محنت اور اشیاء صرف کی قدر ختم ہوجاتی ہے۔ گویا صورت یہ ٹھہری کہ ملکیتی قدر میں اضافہ دو طرح سے ممکن ہے ایک یہ کہ ملکیتی مادہ تبدیل ہوئے بغیر ملکیتی قدر بڑھ جائے اور دوسرا یہ ہے کہ ملکیتی مادہ تبدیل ہوجائے اور اس تبدیلی پر ملکیتی قدر بڑھ جائے۔ پہلی صورت ملکیت قوت آمدنی ہے دوسری صورت میں ملکیت قوت خرید ہے۔ قوت خرید ہوگی تو پیدائش کے امکانات روشن ہوتے ہیں محنت کی قیمت ہوتی ہے اشیاء صرف کی قیمت ہوتی ہے۔ لیکن دوسری صورت میں یہ تمام احوال صفر ہوجاتے ہیں۔

جب ملکیت قوت آمدنی ہوتی ہے تو تبادلہ متجانس اشیاء کا ہوتا ہے جس پر اضافہ آمدنی متصور ہوتا ہے اور جب ملکیت قوت خرید ہوتی ہے تو تبادلہ لازماً غیر متجانس اشیاء کا ہوتا ہے اور اضافہ آمدنی ہوتا ہے۔

ملکیت وہ واحد حقیقت ہے جب اس سے کوئی چیز متصف ہوتی ہے تو وہ معیشت کے دائرے میں آجاتی ہے، ملکیت کے تصور کو بالکل ہی معدوم کردیا جائے تو کوئی بھی شے ہو اس کی معاشی قدر ضائع ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یعنی ہم اس کو معاشیات میں زیر بحث لا ہی نہیں سکتے۔ اب یہ ملکیت ہی ہے جس کی حیثیت اور وظیفہ معاشی دائرہ کار متعین ہو کر نظام معیشت کی تشکیل کرتا ہے۔

چنانچہ ملکیت کے تصور کی تشکیلات جو اب تک دنیا میں متعارف ہوئی ہیں، وہ تین ہیں۔

تصور ملکیت
CONCEPT OF PROPERTY

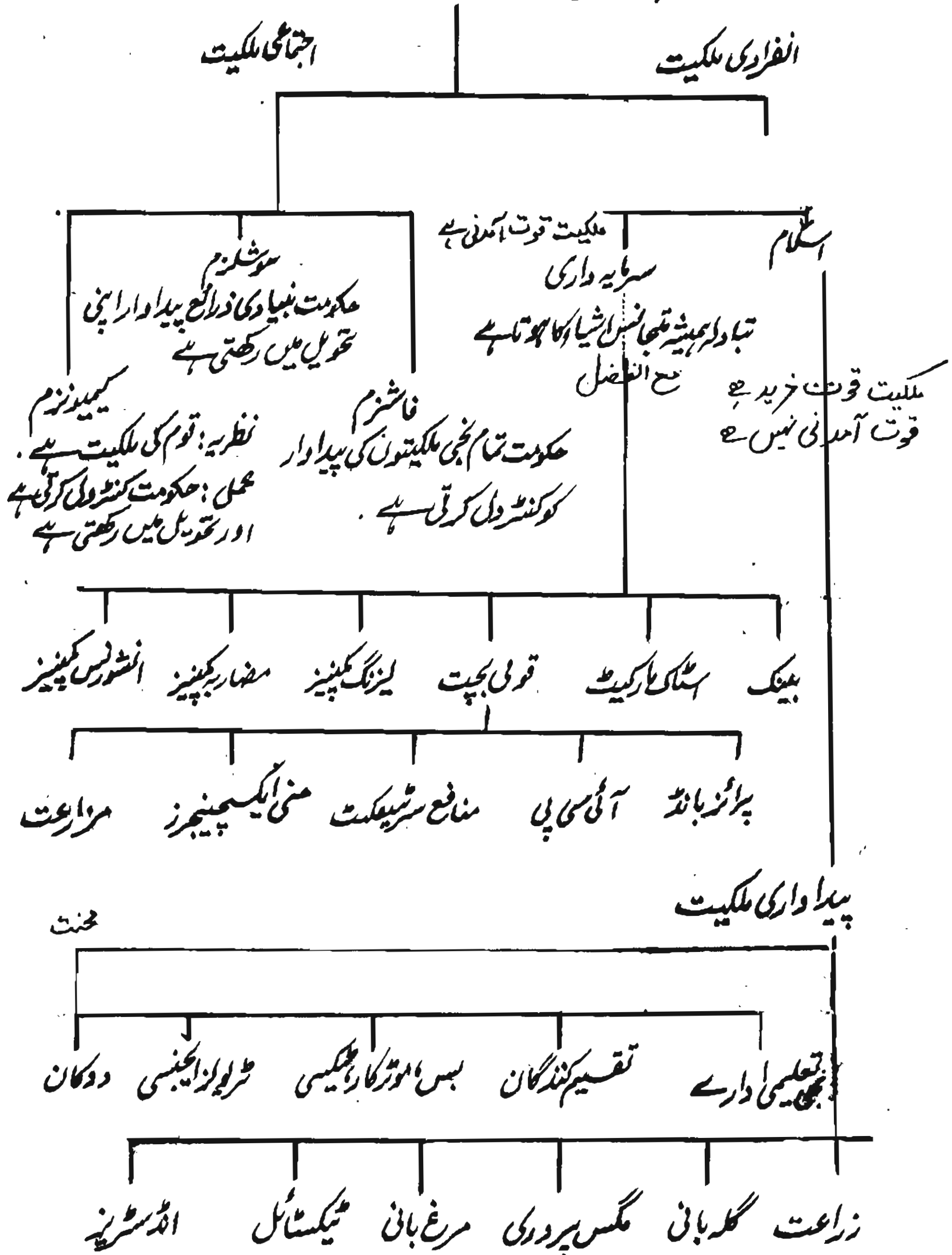

حقیقت یہ ہے کہ ہر معاشی نظام کی اساس اس بنیادی تصور سے ہوتی ہے کہ ملکیت کی معاشی قدر(Economic Value of Property) کیا ہے؟ ملکیتی مادہ اشیاء تبادلہ ہوں یا اشیاء صرف ہوں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ فی نفسہ ملکیت کی معاشی قدر کے بارے میں دو نظریات ہیں:

نمبر ۱ ملکیت قوت آمدنی(Property is Earning Power)

اس نظریے کے تحت ملکیت کی بنا پر آپ کو اصل زر یا رأس المال پر فضل لینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ یہی نظریہ ہے جس کیوجہ سے محنت کی قدر صفر کے برابر ہوجاتی ہے نہیں، بلکہ محنت کی قدر منفی ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ملکیت ہی محنت اور اشیاء صرف کی قدر ہو تو محنت اور اشیاء صرف کی قدر کو منفی کئے بغیر ملکیت کو قوت آمدنی بنایا ہی نہیں جاسکتا۔ ہمیشہ ملکیت قوت آمدنی ہوتی ہی محنت کی قیمت پر ہے یعنی جب تک محنت کی قیمت کو منفی نہ کردیا جائے اس وقت تک رأس المال (Principal Amount) پر زیادتی کا مطالبہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ سرمایہ داری یا(Capitalism) ہے اس کی دوسری شکل کیمیونزم کی ہے۔ اس میں انفرادی ملکیت کا تصور نہیں ہوتا مگر پیداوار میں محنت کی قدر کے تعین کے بغیر فرد کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ گویا یہاں بھی محنت کی قدر نہیں ہوتی محنت کو خرید نہیں کیاجاتا، محنت کی خرید ہی اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ محنت کی قدر ہے۔ دنیا میں اب تک یہی نظریات سامنے آئے ہیں جن میں ملکیت قوت آمدنی ہوتی ہے۔ اس قسم کے معاشی نظام کی مشکلات سے ہم بحث کر آئے ہیں۔ اب آئیے ہم اسلام کے نقطہ نظر کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو کہ ملکیت کی معاشی قدر کا تعین اس طرح سے کرتا ہے کہ سرمایہ داری کی انفرادی اور اجتماعی ہر دو شکلوں کی نفی ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ کسی طور پر بھی ان دو میں بیچ کا راستہ نہیں بنتا۔ مسلم مفکرینِ معاش اس صورت حال کا صحیح ادراک نہیں کر رہے۔ جبھی تو اسلام پر معتدل ہونے اور دو انتہاؤں میں درمیان کے راستہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

ملکیت کی معاشی قدر کے بارے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ ملکیت قوت خرید ہے اور قوت آمدنی نہیں ہے(Property is Buying Power and is not earning Power)قوت خرید ہونے کی صورت میں تبادلہ لازماً غیر متجانس اشیاء کا ہوتا ہے۔ملکیت قوت خرید ہے تو اس سے محنت خرید کی جائیں گی اور اسی طرح اس سے اشیاء صرف خرید کی جائے گی، یہاں کسی کی ملکیت کو غصب کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ملکیت دار کو پورا تحفظ دیا گیا ہے اور ملکیت صرف کرنے یا نہ کرنے میں بھی کوئی جبر نہیں ہے۔ فقط ملکیت کی معاشی قدر سے تجاوز کی نفی کی جارہی ہے۔ آپ کی ملکیت زمین ہے یا زر آپ فقط ملکیت کی بنیاد پر کچھ نہیں حاصل کرسکتے کیونکہ ملکیت کی بنیاد پر اضافی چارجز فقط محنت کی قیمت پر لیے جاسکتے ہیں اور محنت کی قدر منفی ہوجاتی ہے۔ محنت کی قیمت کو کسی طور پر ضائع نہیں کیا جاسکتا حتی کہ نفع یا نقصان میں شرکت کی شرط پر بھی کیونکہ محنت کی قدر میں رسک آجاتا ہے اس لئے ایک بنیادی اصول کے طور پر ملکیت کو قوت آمدنی نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ تو نفع اور نقصان میں شرکت کی شرط بھی لغو اور لایعنی ہوجاتی ہے۔

اسلامی اصول یہ ہے کہ آپ کی ملکیتی قدر میں اضافہ ضرور ہو مگر ملکیتی مادے کی تبدیلی پر ہو۔ آپ کی ملکیتی قدر میں اضافہ اگر ملکیتی مادے کی تبدیلی پر انحصار پذیر ہو تو لازماً آپ کی محنت شامل ہوگی یا پھر آپ کی ملکیت محنت کی قیمت ہوگی۔ یعنی کسی کی محنت خرید کر آپ یہ کام کرسکتے ہیں۔ اس لئے ملکیتی مادہ لازماً تبدیل ہوگا اور ملکیتی مادہ کی بالتواتر تبدیلی ہی گردش زر کہلاتی ہے۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے کہ آپ کا ملکیتی مادہ تبدیل نہ ہو اور اس کے باوجود آپ کی ملکیت میں اضافہ ہوسکے گا۔

مزارعت میں مزارع کی محنت کی قدر کو ضائع کردیا جاتا ہے، یا پھر اس رسک میں ڈال دیا جاتا ہے کہ جو کچھ حاصل ہوگا اس میں مزارع کی شرکت اسقدر ہوگی یا اس قدر ہوگی ہر ایک شکل میں جہاں کہیں بھی آپ کی آمدنی کی بنا آپ کی ملکیت ہے اسلام کیلئے ناقابل قبول ہے۔

سود ملکیت کے قوت آمدنی ہونے کا نام ہے۔جہاں پر تبادلہ لازماً متجانس اشیاء کا ہوتا ہے اور اس پر فضل یا زیادتی لی جاتی ہے۔ اسلام میں اس کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں نفع کو فروغ دیا ہے۔ نفع میں ملکیت قوت آمدنی نہیں ہوتی بلکہ قوت خرید ہوتی ہے اور خریداری میں دس روپے کی چیز کا بارہ روپے میں لینا یا دس روپے کی چیز

کا نورو پے میں لینا ہوتا ہے خریداری میں نفع کے امکانات ہر دو جانب برابر ہوتے ہیں۔

اسلام میں گردش زر کا اصول انتہائی ہے۔ آپ کی ملکیت کا محتوی بدل رہا ہے یعنی ملکیتی مادہ بدل رہا ہے متواتر تبدیل ہو رہا ہے اور ملکیتی قدر اربوں روپے میں ہو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی بھی ملکیتی مادہ ایک سال تک آپ کے ہاں رک گیا ہے اور اس کی قدر ساڑھے سات تولے سونا برابر ہے تو اس سے ڈھائی فیصد زکواۃ آپ کو لازما ادا کرنی ہے۔ یہ فقط اس صورت میں ہے کہ کوئی ملکیتی مادہ آپ کے ہاں ایک سال تک رک گیا ہو گویا زکواۃ کا تعلق ملکیتی قدر سے نہیں ہے بلکہ ملکیتی مادے سے ہے اس کیلئے شرط یہ ہے کہ ایک سال تک وہ آپ کے پاس رہے۔ ملکیتی مادہ کا تعین غیر ضروری ہے۔ ہر وہ چیز جس کی معاشی قدر ہے یعنی ملکیتی مادہ ہے اگر حد نصاب کو پہنچے تو اس پر زکواۃ واجب ہو گی۔ اس لحاظ سے اسلام کے نظام معاشیات میں گردش زر کا اصول انتہائی زریں ہے گویا اسلام میں فقط ملکیت کی معاشی قدر قوت خرید ہونا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی یہ لازم ہے کہ ایسی قوت خرید جو ایک سال تک آپ کے ہاتھ میں رہ جائے اس کے حق بجانب ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ ڈھائی فیصد ایسے لوگوں کو پہنچا دی جائے جو اس سے محروم ہیں۔

یہی دو نظامہائے معاشیات ہیں جن میں بنیادی جوہری فرق ہے۔ ایک خاص مشکل یہ پیدا ہوتی ہے کہ اس حقیقت کو عقلی طور پر باور کرنا تو ناممکن نہیں ہے کہ اگر ملکیت قوت آمدنی ہو تو محنت کی قیمت صفر ہو جاتی ہے مگر واقعی اعتبار سے اس کا مشاہدہ بادی النظر میں ممکن نہیں ہوتا۔ واقعی لحاظ سے ہمارا مشاہدہ یہ ہوتا ہے کہ مزدور کو محنت کی قیمت دی جاتی ہے تو مزدوری حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ کیسے سمجھا جائے کہ محنت کی قیمت صفر ہو گئی ہے، علامہ اقبال نے فرمایا تھا

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہا سادگی میں مزدور کھا گیا مات

محنت کو ضائع کرنے کی نامسعود سعی کے بے شمار طریقے ہیں۔ ایک تو سیدھا سادا مہاجنی معیشت کا نظام تھا جس میں ملکیت کی بنا پر آمدنی ہوتی تھی اور اس کا محرک مجبوریاں ہوتی تھیں دور جدید میں یہی نظام انتہائی سائنٹیفک ہو گیا ہے۔ تبادلے کے عمل میں بالواسطہ ٹیکنیک اختیار کی گئی ہے۔ جس میں مزدور کی محنت کا صلہ قوت لاموت ہوتا ہے اور یہ بھی

فقط اس لئے ہے کہ غلام " کا وجود ضروری ہے اس کے بغیر زندگی کی عیاشی کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے۔ بالواسطہ ٹیکنیک میں پوری مہارت کے ساتھ نمود کو قابل قبول بنایا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ دیکھیں کہ ملکیت کے قوت آمدنی ہونے سے ملکیت کی مرکزیت مسلم ہوجاتی ہے۔ اور مرکزیت برقرار ہو اور پھر بھی زندگی میں دشواری پیدا نہ ہو رہی ہو تو اس کا امکان اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا کہ محنت لایعنی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے محنت ایک ایسا امر ہے جس کو کسی طور پر بھی بلامعاوضہ نہیں کیا جاسکتا۔ یوں بھی قابل غور امر یہ ہے کہ محنت ایک تخلیقی عمل ہے جس کا نتیجہ پیدا ہو کر رہتا ہے جب کہ ملکیت ہرگز تخلیقی عمل نہیں ہے بلکہ تخلیقی عمل کا حاصلات ہے اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے محنت خریدی جائے یعنی محنت کا حاصل ٹھہرے سرمایہ دارانہ نظام میں ملکیت کو حاصلات محنت ہونے پر اصرار کیا جاتا ہے مگر یکطرفہ طور پر جب تک آپ محنت کر رہے ہیں ملکیت آپ کو منتقل ہوگی لیکن جب ملکیت آپ کے ہاتھ آگئی ہے تو اس کا حاصلات محنت ہونا آپ کے حریت عمل کے خلاف ہوگا۔ یہ آزادی فکر و عمل کے خلاف ہے۔ اس منافقانہ چال کا جواز بدکرداری کے سوا کچھ ہوسکتا ہے، اگر محنت کی قیمت ملکیت ہے تو اس کو محنت کی قیمت ہی بنایا جاسکتا۔ اسے قوت آمدنی کیونکر بنایا جاسکتا ہے؟ اس کا کوئی معاشی حقائق کے تناظر میں جواز ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اسلام میں ملکیت کی معاشی قدر قوت خرید کی ہے۔ یہی ایک بنیاد ہے جس پر محنت کو کسی طور پر بھی ضائع نہیں ہونے دیا جاتا۔ (ان سعیکم کان مشکوراً)

مسلم دنیا میں سرمایہ کاری کی ایک روش مضاربت کی ہے جسے معلوم نہیں کس بنیاد پر جائز کیا گیا ہے؟ یہ سرمایہ داری نظام کی نفی اور اسلام کا زریں اصول بنا کر پیش کیا گیا ہے حالانکہ یہ سرمایہ داری نظام کا زریں اصول ہے۔ اس میں ملکیت قوت آمدنی ہے۔ اور محنت کا صلہ مخدوش ہے پھر آخر کس بنیاد پر اس کو جائز کیا جاتا ہے۔ کیا نفع یا نقصان میں شرکت کی شرط پر راس المال پر فضل لینا جائز ہوجاتا ہے یعنی مشروط خلاف ورزی درست ہے۔ کیونکہ راس المال پر فضل کا نام سود ہے۔ ملکیت کو قوت آمدنی بنانا سود ہے۔ یعنی متجانس اشیاء کے تبادلے پر فضل کا نام سود ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اسلام میں بنیادی حقیقت یہ ہے کہ ملکیت قوت آمدنی نہیں ہے بلکہ قوت خرید ہے۔ نیز

محنت کا صلہ کسی طور پر بھی مشکوک نہیں ہوسکتا اور ان تمام مشکلات میں مصاربت برابر کی شریک ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام کی ایک ایسی شکل ہے جو بظاہر محفوظ مگر اندر سے دجل وفریب کا مرقع ہے۔ اسکا آغاز ہی ملکیت کو قوت آمدنی بنانے کی ملعون آرزو سے ہوتا ہے جو کہ حکم الہی کے خلاف ہے۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے۔ ایسے تمام ادارے جہاں ملکیت کو بطور قوت آمدنی بنایا گیا ہے، ملکی معاشی پیدوار میں کوئی اضافہ نہیں کرتے یہ تمام غیر پیداواری اور کمائی کے ادارے ہیں ان کا اثر مجموعی ملکی پیداوار پر انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ غیر پیداواری اداروں کا ارتقاء پیداواری اداروں کا تنزل ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں آئے دن غیر پیداواری اداروں میں اضافہ ہورہا ہے اور واقعتاً پیداواری ادارے تنزل وانحطاط کا شکار ہورہے ہیں۔ ادھر ہمارے اخراجات میں اضافہ ہورہا ہے۔ پیداوار میں کمی اخراجات میں اضافہ زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ پیداوار کی کمی ملکی ضروریات کی تکمیل میں ناکافی ہوتی ہے چہ جائیکہ ایکسپورٹ کرکے زر مبادلہ میں اضافہ کریں۔ اور اپنی معیشت کو مستحکم کریں۔

اس خلا کو پر کرنے کیلئے سوا اس کے چارہ نہیں ہوتا کہ ہم کرنسی کی قیمت میں کمی کردیں۔ اور غیر ملکی کرنسی اپنی کرنسی کی کم قیمت ادائیگی سے حاصل کریں اور یہ ایک اور خسارہ ہے، نتیجہ یہ ہے کہ ہم متواتر کرنسی ہی کو ڈی ویلیو کررہے اور اس کی قیمت ملکی معیشت کی نام نہاد ترقی حاصل کررہے ہیں اور دقت نظر سے غور کریں تو اس قسم کی ترقی ملکی ذخائرزر کی قیمت پر لی جاتی ہے۔ اگر معاشی ترقی ملکی ذخائر زر کی قیمت پر ہورہی ہو تو اس کو ترقی کہنا جاہلیت ہی ہوسکتی ہے۔ یہ بالکل اس نشہ زدہ انسان کی صورت ہے جو اپنے گھر کا ایک ایک برتن بیچ کر ایک لمحے کیلئے سکون حاصل کرتا ہے۔

ملکیت کے قوت آمدنی ہونے سے ایک طرف ملکی مجموعی پیداوار میں کمی ہوتی ہے اور دوسری طرف آزاد منڈی کا تصور لایعنی ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ملکیت کے قوت آمدنی ہونے سے کرنسی کنٹرولڈ ہوجاتی ہے یعنی اشیاء تبادلہ رک جاتی ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ آزاد منڈی کا ختم ہونا ہوتا ہے۔ ملکی سطح پر تمام غیر پیداواری ادارے ملکی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان اداروں کی وجہ سے قدرتی وسائل کو استعمال میں لانا ممکن نہیں رہا۔ گرانی پیداوار کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جو ہمارے ہاں آئے دن بڑھ رہی ہے۔ جو اس بات کی

دلیل ہے کہ پیداوار اخراجات کے مقابلے میں کم ہو رہی ہے۔ اخراجات میں اضافہ کا سبب آبادی کا بے تحاشہ اضافہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور افرادی قوت کو استعمال میں نہ لانے کا سبب کسی کے پیش نظر نہیں ہے۔ افرادی قوت کی فراوانی ترقی پذیر ملک کیلئے خوش آئند بات ہے مگر جہاں افراد کی ضرورت بطور غلام ہو وہاں اضافہ واقعتاً تشویش ناک ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام ترقی پذیر ممالک کی معاشی بقا صرف اور صرف مغربی تجارتی کلچر کو ترک کرنے یعنی ملکیت کو قوت خرید بنانے اور قوت آمدنی کے تصور کو ختم کرنے میں مضمر ہے۔ ملکیت کے قوت آمدنی ہونے سے لوگوں میں محنت کی صلاحیت ضائع ہوتی جا رہی ہے اور افرادی قوت جو قوم کا گرانقدر سرمایہ ہے ختم ہو رہا ہے۔ لوگوں کا مسابقت اور مقابلے کی طرف بڑھنا ممکن نہیں رہتا۔ قوم کی زندگی میں تن آسانی اور موت دونوں میں فرق لایعنی ہوتا ہے۔ اب تک کے تمام مالیاتی اسکنڈلز میں یہی حرام خوری کی آرزو ہی لے ڈوبی ہے۔ اس تجارتی کلچر سے ہمارے مزدور کی محنت رائیگاں جا رہی ہے اشیاء صرف کی پیداوار غیر ملکی کثیر القومی کمپنیز کے ہاتھ جا رہی ہے۔ ملکی معاشی ترقی کی ٹھوس شکل پیداواری اداروں کے نجیانے یا قومیانے میں نہیں رکھی ہے۔ بلکہ فقط ملکیت کے قوت خرید ہونے میں مضمر ہے۔ افراط زر کے مفہوم کا غلط استعمال صحیح صورت حال کے سمجھنے میں حائل ہے۔ کیا کرنسی کی زیادتی جبکہ کرنسی کی مالیت میں کمی واقع نہ ہو معاشی نظام میں خرابی کا باعث ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں، یہ صورت حال خوشحالی کی نشاندھی کرتی ہے افراط زر کا مسئلہ فقط دیگر کرنسیز کے مقابلے میں مالیت کی کمی سے پیدا ہوتا ہے۔

سو اگر ہم معاشی ترقی کے خواہاں ہیں تو ارباب حل وعقد کو چاہیے کہ وہ اس امر کی جانب متوجہ ہوں اور ملکی پیداوار کے امکانات کو روشن کریں اور اپنی افرادی قوت کے ضیاع سے بچیں اور محنت ومزدوری کو بے قیمت ہونے سے محفوظ کریں۔

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے
آپ سنتے نہیں تو کیا کیجیے